وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

اس آیت سے حرمت اکل بالباطل یعنی غیر مشروع طریق سے آمدنی حاصل کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے اس میں کی بعض صورتوں کا غیر مشروع ہونا چونکہ اکثر پر مخفی تھا اس لئے پانچ کثیر الوقوع طریقوں کی انکشاف حقیقت و حکم کی غرض سے یہ چھ رسالے مولفہ حکیم الامت مجدد الملۃ قبلہ و کعبہ ام حضرت مولانا مولوی حاجی شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی یعنی



جس میں سے پہلے اور چھٹے میں ہندوستان میں بنک وغیرہ سے سود لینے کی بحث اور دوسرے میں رشوتوں کی حقیقت اور تیسرے میں جھاڑ پھونک کے متعلق ضروری تحقیق اور چوتھے میں نکاح خوانی کی اجرت کا حکم اور پانچویں میں متعارف چندہ کے بعض مفاسد کا بیان لکھے گئے

باہتمام محمد شبیر علی عفی عنہ

[illegible] پریس

اشرف المطابع تھانہ بھون طبع ہوا

سالہ (رابع - بنک) بنک وغیرہ سے سود لینے کے مسئلہ میں میری آخری تحقیق ہے اگر کوئی تحریر میری اس کے خلاف کبھی پائی جاوے وہ سب اس سے منسوخ ہے (یعنی رجوع عنہ) ۱۲

تحذیر الاخوان
عن
الربوا فی الھندوستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحانک اللھم و بحمدک علی ما رفعت الحجاب عن الحلال والحرام وصل علی نبیک الذی کشفت الظلام بنورہ التام وعلی الہ واصحابہ المنورین عن الریب والاثام

امابعد عرض کرتا ہے عاجز گنہگار **محمد اشرف علی** عفا عنہ الغفار کہ میں نے جب دیکھا کہ ہندوستان میں اکثر لوگ بنک سے سود کا لین دین کرتے ہیں اور کوئی امیر شاید ہی اس سے محفوظ ہو اور اکثر اسکو حلال و مباح سمجھتے ہیں اسلامی خیر خواہی اسکی مقتضی ہوئی کہ اس باب میں دو چار ورق بطور استفتا کے اگر لکھے جاویں تو امید ہادی برحق و شافی مطلق سے یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس بلا سے نجات ہو شاید میری نجات اخرویہ کا بھی وسیلہ ہو جاوے یا اللہ اس تحریر میں توفیق کو میرا رفیق فرما اور خطا و لغزش سے بچا اور سب لغزشوں در گذر فرما تو ہی عاجزوں کا دستگیر ہے اور بندوں کے حال پر خبیر و بصیر ہے

وھا انا اشرع فی المقصود بعونک یا ولی الکرم والجود

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ہندوستان کو دار الحرب سمجھکر بنک سے بذریعہ پرامیسری نوٹ یا ڈاکخانہ میں جمع کر کے یا کسی کارخانہ میں تعیین نفع کر کے سود لینا جائز سمجھتے ہیں اور بعض لوگ ہندوؤں سے بھی اور بعض لوگ مسلمانوں سے بھی لینا اور بعض لوگ لینا دینا دونوں جائز سمجھتے ہیں ان صورتوں میں لینا دینا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

؎ ان سب صورتوں میں یہ منفعت سود ہی ہے پرامیسری نوٹ تو صریح قرض ہے اور ڈاکخانہ میں جمع کرنا بھی بوجہ سکے کہ شرط ضمان ہوتی ہے قرض ہے اور تعیین نفع سے بھی چونکہ شرائط مضاربت فوت ہو جاتے ہیں اس لئے مال قرض ہو جاتا ہے ۱۲ منہ

الجواب

اول اصل مسئلہ کی تحقیق ضروری ہی امام ابو حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کے نزدیک دارالحرب میں کافر حربی سے اور جو حربی مسلمان ہو کر دار الحرب میں رہتا ہو اور دارالاسلام کیطرف ہجرت نکرے اُس سے سود لینا اسیطرح جمیع بیوع فاسدہ سے جسمیں انکی رضا ہو اُسکا مال لینا جائز ہے اور ائمہ ثلثہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حرام ہی اور دارالاسلام میں کسی سے لینا مطلقاً یا دارالحرب میں مسلم اصلی یا ذمی سے یا اُس حربی سے (جو سلام لاکر بہجرت کے بعد دارالحرب کیطرف لوٹ گیا ہو) لینا یا کسی کو سود دینا بالاتفاق حرام ہے ولا ربا بین حربی مسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمہ لان مالہ ثمہ مباح فیحل برضاہ مطلقا بلا عذر خلافا للثانی والثلاثۃ (من الائمۃ الاربعۃ غیر ابی حنیفۃ الاعظم ۱۲) وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یہاجر کحربی درمختار احترز بالحربی عن المسلم (ای الامام ابو یوسف ۱۲) الاصلی والذمی وکذا عن المسلم الحربی اذا ہاجر الینا ثم عاد الیہم فانہ لیس للمسلم ان یرابی معہ اتفاقا قولہ لان مالہ ثمہ مباح قال فی فتح القدیر لا یخفی ان ہذا التعلیل انما یقتضی حل مباشرۃ العقد اذا کانت الزیادۃ ینالہا المسلم الی اخر ما قال واطال اھ ردالمحتار دلیل ائمہ ثلثہ و ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کی اطلاق دلائل ہی من غیر فصل بین المسلم وغیرہ اور دلیل طرفین (امام اعظم و امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ ۱۲) کی تین ہیں دو نقلی ایک عقلی **دلیل اول** قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب ہدایہ **دلیل ثانی** قصہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے شرط مقرر فرمانے کا غلبہ روم پر کہ یہ بعینہ قمار ہے فی **الکمالین حاشیۃ تفسیر الجلالین** روی انہ لما انزل اللہ ہذہ الایۃ[1] خرج ابو بکر یصیح لیظہرن الروم علی فارس بعد بضع سنین فقال لہ ابی بن خلف کذبت اجعل بیننا وبینک اجلا اناحبک علیہ فراہنہ علی عشر قلائص من الابل وجعل الاجل ثلث سنین وفی روایۃ خمسا وفی اخری ستا فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال البضع ما بین الثلث الی التسع فزایدہ فی الخطر ومادہ فی الاجل فجعلہا مائۃ قلوص[2] الی تسع سنین فظہرت الروم علی فارس فی سنین فاخذہ ابو بکر من ورثۃ ابی بن خلف وکان قدمات وجاء بہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتصدق بہ ۱۲ اھ **تیسری دلیل**

---

[1] یعنی الم غلبت الروم الخ منہ دامت فیوضہم ۱۲ [2] قلوص بالفتح شتر مادہ جوان و شتر مادہ کہ بر آن سوار توان شد و شتر مادہ دراز پا و دست ۱۲ منہ اللہم اغفر لکاتبہ۔

دم ربیعة بن الحارث كان مسترضعا فی بنی سعد فقتله هذیل وربوا الجاهلیة موضوعة واول
ربوا اضعها ربوا عباس بن عبد المطلب فانها موضوعة كلها **تفسیر مظهری** وجه
التایید ان مكة قبل الفتح كانت دار الحرب فلو كان الربوا حلالا لم یمنع الاسلام من استیفاء
ما وجب بهذا السبب الحلال كذمی باع خمرا ثم اسلم یجوز له قبض الثمن واللازم منتف
فكذا الملزوم ومن ههنا لا نقر الذمیین علی المراباة بخلاف بیع الخمر والخنزیر كما فی الهدایه
لحرمة الاول فی الادیان كلها بخلاف الثانی فانهم یستحلونه وانا امرنا ان نتركهم وما
یدینون فكما انه ممنوع فی حق الذمیین ممنوع فی حق الحربیین ایضا لان الدیانات
لا تتفاوت وانما لا نمنع الحربیین لعدم الولایة فاذا كان ممنوعا فی الحربیین انفسهم فمع
المسلمین اولی كما لا یخفی **فان قیل** یلزم كون الكفار مخاطبین بالفروع **اجیب** یلتزم
ذلك علی مذهب الثلثة وعلی طرز الحنفیة نقول ما قال العلامة الشامی لان (الصحیح) الصحیح من مذهب
اصحابنا ان الكفار مخاطبون بشرائع هی محرمات فكانت ثابتة فی حقهم ایضا اه قول ویستثنی
من ذلك ما ثبت حله فی دینهم كالخمر وغیره وبعضهم ایضا **قوله تعالى** وَمَا آتَيْتُم مِّن
(فی سورة الروم ۱۲)
رِّبًا بان یعطی شیئا هبة او هدیة یطلب الكثر منه فسمی باسم المطلوب من الزیادة فی المعاملة
لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ المعطین ای یزید فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ ای لا ثواب فیه للمعطین
وقوله تعالى وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ بالرفع حال ای لا تعط شیئا لتطلب اكثر منه **جلالین**
(فی سورة المدثر ۱۲)
وهذا خاص وقیل عام **كما لین** وجه الاعتضاد ان سورتی الروم والمدثر كلتیهما مكیتان
نزلتا قبل الفتح وقد كانت مكة حینئذ دار حرب وقد نهی فیهما عن اعطاء الهدیة لطلب
الزیادة وان لم یشترط فكیف اذا اشترطت فیكون منهیا عنه بالاولی فلو كان الربوا مباحا ثَمَّ لما
كان للنهی معنی **ویمكن الجواب عن الاول** بان وضع ربوا الجاهلیة لا یلزم ان یكون
(ای التایید ۱۲)
لحرمته بل لما كان فیه من اثارة الفتنة والتباغض كوضع الدماء ما كان لاجل اباحتها بل
للعلة المذكورة واما منعنا اهل الذمة عن الربوا فلیصونوا المسلمین عنه والربوا ایضا
مستثنی عن العقود المحرمة لقوله علیه السلام لا ربوا بین اهل الحرب **وعن الثانی**
(ای العقد ۱۲)
بان العلماء اتفقوا علی ان النهی فیهما للتنزیه وان تحریم الربوا مدنی هكذا وقع القیل و

والقال و دار الجواب والسؤال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال بالجملۃ بعد اللتیا واللتی طرفین
رحمہما اللہ کے نزدیک حربی سے دار الحرب میں سود وغیرہ لینا جائز ہے اور دوسرے ائمہ کے نزدیک
حرام ہے اور باقی صورتیں بالاتفاق حرام یہاں تک تو تحقیق ہے اختلاف مجتہدین کی حلت حرمت میں
اور یہ سبب عجب ہے کہ امام صاحب کے قول کو ظاہر پر رکھا جاوے لیکن بعض علمائے[عہ] محققین قول امام کی
تاویل فرماتے تھے کہ اگر دار الحرب میں کسی نے سود لیا تو امام اس سے کچھ تعرض نہ کریگا جیسا دار الحرب میں
زنا کرنیسے امام اس پر حد جاری نہیں کرتا بہ معنی ہیں اباحۃ کے مگر یہ تاویل بعید معلوم ہوتی ہے بچند وجوہ اولاً لفظ
طیب لہ سیر کبیر میں مصرح ہے ثانیاً حرمۃ فرج کی تصریح کی ہے حالانکہ اباحۃ بالمعنی المذکور مشترک ہے ثالثاً
اس معنی کے اعتبار سے لینا دینا دونوں برابر ہیں پھر وجہ فرق کیا ہے فتامل اور بعض فضلائے[عہ] مدققین نے
احراز بدار الاسلام کو شرط فرمایا ہے اور اس دعوی کو دلائل سے ثابت کیا ہے اگرچہ کتب متداولہ میں مذکور نہیں
مگر مسلمین حربیین میں اسکی اباحۃ کی تصریح اسکے منافی ہے کہ وہاں احراز نہیں ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ جواز معاملہ
آخر ہے اور اباحۃ مال شے دیگر اور مدعا امام صاحب کا ثانی ہے نہ اول اور فرق دونوں میں مسئلہ قضاء قاضی
بشہادۃ الزور میں معلوم ہوتا ہے کہ مال مباح ہوجاتا ہے اور یہ طریق حرام ہے بسیط ہے اگر کوئی مقرض کسی مستقرض
سے اپنا دین وصول نہ کر سکے اور وہ یہ حیلہ کرے کہ ایک حرہ کو اسکے ہاتھ بعوض ثمن مساوی دین کے بیع
کرکے روپیہ پر قبضہ کرلے تو یہ معاملہ حرام ہوگا اور مال حلال یہ قول بہت عمدہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ جواز معاملہ
کی کسی نے تصریح نہیں کی مال کو البتہ طیب لکھا ہے فالصف والتعسف وما سبق فی دال الرسالۃ
من عبارۃ رد المحتار انما یقتضی حل مباشرۃ العقد اذا کانت الزیادۃ للمسلم الخ لا یتجہ فیہ اما اولاً
فلانہ لیس ہذا العنوان بخصوصہ منقولا عن المجتہد واما ثانیا فلان محط الفائدۃ فی ہذہ
العبارۃ لیس لفظ حل المباشرۃ بل التقیید بکون الزیادۃ للمسلم فیحتمل التجوز فی لفظ حل
المباشرۃ حیث عبر بہ عن اباحۃ المال کما فی الہدایۃ لان مالہم مباح اب باقی رہی
تحقیق اسکی کہ ملک ہندوستان دار الاسلام ہے یا دار الحرب پس یہ تو ظاہر ہے کہ قبل عملداری انگریزی
ہندوستان دار الاسلام تھا اور ہندو وغیرہ ذمی ہو کر رہتے تھے اب یہ جاننا چاہیئے کہ دار الاسلام کن چیزوں
سے دار الحرب ہوجاتا ہے اس میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا مذہب تو یہ ہے کہ مجموعہ امور ثلاثہ سے

عہ المراد بہ مولانا محمد یعقوب النانوتوی رحمۃ اللہ تعالی ۱۲ عہ المراد بہ مولانا محمد قاسم النانوتوی رحمۃ اللہ تعالی ۱۲

ہوتا ہی (۱) اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے۔ تفسیر اسکی یہ ہے کہ احکام اسلام میں سے کچھہ باقی نہ رہے (۲) اسکے متصل ہونیسے دارالحرب کے ساتھ (۳) اس سے کہ وہاں مسلم یا ذمی بے وہرشک نہ باقی رہے امان اول سے اور صاحبین کے نزدیک فقط احکام کفر کے ظاہر ہونیسے دارالحرب ہوجاتا ہی لا یصیر دارالاسلام دار حرب الا بامور ثلاثۃ باجراء احکام اہل الشرک وباتصالہا بدار الحرب وبان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی اٰمنا بالامان الاول علی نفسہ درمختار وقالا بشرط واحد لا غیر وہو اظہار حکم الکفر وہو القیاس ہندیہ رد المحتار قولہ باجراء احکام اہل الشرک ای علی الاشتہار وان لا یحکم فیہا بحکم اہل الاسلام … وظاہرہ انہ لو اجریت احکام المسلمین واحکام اہل الشرک لا یکون دار الحرب اھ رد المحتار اور ہندوستان نہ تو صاحبین کے قول پر دارالحرب ہی کیونکہ اگرچہ احکام شرک کے بہیں علی الاعلان جاری ہیں لیکن احکام اسلام کے بھی بلا خوف مشتہر ہیں اور دونوں کے باقی رہنے سے دارالحرب نہیں ہوتا اور نہ امام صاحب کے قول پر دارالحرب ہی کیونکہ اجرائے احکام کفر بتفسیر مذکور یہاں نہیں ہوا بلکہ بدستور احکام اسلام جاری ہیں اور ایسی صورت میں دارالحرب نہیں ہوتا چنانچہ غایۃ الاوطار میں ہی استروشنی نے اپنی فصول میں ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دارالاسلام دارالحرب نہیں ہوتا جبتک کہ وہ سب امور باطل نہو جائیں جنکی جہت سے وہ دارالاسلام ہوا ہی اور اسبیجابی نے اپنے مبسوط میں اسیطرح مذکور کیا ہی اور امام ناصر الدین نے منشور میں ذکر کیا کہ دارالاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دارالاسلام ہوا ہی جبتک کوئی چیز علائق اسلام سے باقی رہیگی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجائیگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اھ اور اتصال اسکو بعض جوانب سے دارالحرب کیساتھ ہی اور بعض جوانب سے دارالاسلام کے ساتھ اور بعض جوانب سے دریائے شور کے ساتھ چنانچہ ماہرین جغرافیہ پر مخفی نہیں اور دریائے شور میں علما کا اختلاف ہی کہ دارالحرب کے حکم میں ہی یا کسی کے حکم میں نہیں یا یہ کہ اسکے ماورا کا اعتبار ہی وفی الشرنبلالیۃ قبیل باب العشر سئل قاری الہدایۃ عن البحر الملح امن دار الحرب او الاسلام اجاب انہ لیس من احد القبیلتین لانہ لا قہر لاحد علیہ اھ قال فی الدر المنتقی ہناک لکن قدمنا فی باب نکاح الکافر ان البحر الملح ملحق بدار الحرب اھ رد المحتار اور علامہ شامی نے ایک مقام پر کہا ہے وظاہرہ ان البحر لیس بفاصل اھ یعنی اسکے ماورا کا اعتبار ہی پس اتصال اسکو جانب بحر میں (جسکے متصل ملک عرب ہے)

یا دار الحرب ہے یا دار الاسلام سے یا کسی سے بھی نہیں بہر حال پورا اتصال اسکو دار الحرب سے نہیں پس بصورت تعارض اتصالات مثل اجرای احکام کے ترجیح اتصال دار الاسلام کو ہوگی جس کا مقتضا یہ ہے کہ دار الاسلام ہو دوسری شرط بھی مفقود ہوئی رہی تیسری شرط وہ بھی مفقود ہے کیونکہ ابتدائے حکومت انگریزی میں رعایا پر کسی قسم کی دار و گیر و بے اطمینانی سرکار کی جانب سے نہیں ہوئی بلکہ بدستور ہر شخص اپنے جان و مال پر مطمئن رہا شاید کسی کو شبہہ ہو کہ غدر سے تو امان اول باقی نہیں رہا بلکہ عہد ثانی کی ضرورت ہوئی اول تو یہ بات غلط ہے غدر میں صرف باغیوں کو اندیشہ تھا عام رعایا سرکار سے بالکل مطمئن تھی دوسری سلمنا غایت سے غایت یہ ہوگا کہ بعض کیلئے امان اول باقی ہے بعض کیلئے امان ثانی یہ بھی مثل دونوں اجراؤں یا دونوں اتصالوں کے ہوگا اور ترجیح دار الاسلام کو دیجاویگی اور اگر بالفرض والتقدیر اس صورت میں دار الحرب بھی ہوگیا ہو تب بھی دار الحرب اجرای احکام اسلام مثل جمعہ وعید سے دار الاسلام ہوجاتا ہے۔ فی الدر المختار ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اہل الاسلام فیہا کجمعۃ وعید وان بقی فیہا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام در ۱۲ اس صورت میں بھی ہندوستان دار الاسلام ہوگا یہاں تک تحقیق ہوئی ہندوستان کو دار الاسلام یا دار الحرب ہونے کی تقریر بالا سے واضح ہوا کہ اول تو اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسف رح مخالف اور طرفین کے دلائل مخدوش اور اگر خدشات سے قطع نظر کر کے طرفین کے قول پر عمل کریں تو ہندوستان کا دار الحرب ہونا اتفاقاً غیر ثابت پس بنک سے سود لینا کیونکر جائز ہوگا اور ہندو جو کہ عہد شاہی سے ذمی ہیں ان سے تو باوجود دار الحرب ہونے کے بھی لینا جائز نہ ہوتا فکیف وھو دار الاسلام اور در صورت دار الحرب

---

۱ بعض علمائے محققین کی اس میں یہ تحقیق ہے کہ ہندوستان من کل الوجوہ نہ دار الحرب ہے نہ دار الاسلام بلکہ بین بین ہے جیسا حبشہ تھا کیونکہ حبشہ اگر دار الحرب ہوتا تو وہاں جانے کا نام ہجرت کیوں ہوتا اور اگر دار الاسلام ہوتا تو وہاں سے آنے کا نام ہجرت کیوں ہوتا دونوں حیثیتوں سے دونوں ہجرتیں صحیح ہوئیں اور اس قسم کے لوگ اصحاب الہجرتین کہلائے اس تحقیق کی نفاست میں کوئی کلام نہیں مگر خدشہ اس قدر ہے کہ ممکن ہے کہ حبشہ دار الحرب ہو لیکن بوجہ امن کے وہاں ہجرت ہوئی اور یہ ہجرت دار الخوف سے طرف دار الامن کے ہو اور وہاں سے مدینہ کی طرف دار الحرب سے طرف دار الاسلام کے ہو یہ معنی دو ہجرتوں کے ہوں چنانچہ بعض علمانے اس مضمون کے قریب قریب لکھا ہے اور ارشد العلماء کا ارشاد دار الحرب ہونے کے باب میں اور طور پر ہے جو آخر رسالے میں منقول ہے ۱۲ منہ ۲ رسم المفتی میں مقرر ہو چکا ہے کہ وقت تعارض اقوال علماء کے قوۃ دلیل میں نظر کرنا چاہیے اور جب اسکی اہلیت نہ ہو تو اسکا دوسرا حکم ہے دیسے مرجوح پر عمل کرنا منع کیا گیا ہے ۱۲ منہ مدظلہ ۳ پھر امام صاحب کا قول ماول جیسا سابقاً حاشیہ میں نقل کیا گیا ۱۲ منہ زادت افادتہ ۴ نعم لو قیل بارتفاع العھد الاول کما ارشد الیہ ارشد العلماء لما بقی الھنود ذمیین ۱۲ منہ دامت فیوضہم۔
۵ المراد بہ مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ ۱۲۔

ہونے کے اگر مسلمان سے لینا جائز ہوتا تو اُس مسلمان سے جو حربیوں میں سے اسلام لاتا نہ مسلم اصلی سے اور نہ ذمی نو مسلم سے اور دینا[۱] تو کسی حالت میں جائز نہیں ہو سکتا پس تعجب ہے کہ بعض اہل اسلام ہندوستان کو دار الحرب قرار دیکر آمدنی بنک کو حلال سمجھتے ہیں اور بعض لوگ یکر خود نہیں کہاتے دوسروں کو کہلا دیتے ہیں یہ ایک عبتار سے پہلے سے زیادہ بُرا ہی کیونکہ صنفِ اول تو غالباً کبھی نادم بہی ہوجاتے ہونگے اور یہ لوگ تو اپنے کو بالکل بری الذمہ اور اپنی رائے کو مستحسن سمجھتے ہیں وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا الآیۃ کیا نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کہانے والے اور کہلانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے حافظ نے کیا خوب کہا ہے **شعر**

ترسم کہ صرفہ نہ برد روز باز خواست ؛ نانِ حلال شیخ ز آبِ حرام ما ؛ **فائدہ** اور ایک صورت تجارت بنک کی یہ ہی کہ مالکان روپیہ نفع نقصان میں شریک رہتے ہیں مگر منافع بوجہ مصالح انتظامیہ بمقدار معین مالکوں کو ملتے ہیں باقی امانۃً بنک میں جمع رہتے ہیں یہ صورت بحث مذکور سے خارج ہی مگر چونکہ اہل بنک روپیہ کو سود کے لین دین سے بڑہاتے ہیں اسوجہ سے یہ نفع حرام ہی اسیطرح اگر ڈاکخانہ میں جمع کر دیا جاوے اور یہ تحقیق ہوجاوے کہ یہ روپیہ سود پر یا عقود باطلہ فاسدہ میں نہیں چلتا تو جائز ہی ورنہ اعانت علی الحرام حرام ہے **فرع** اگر غلطی سے کسی نے سود کا معاملہ کر لیا اور اب وہ توبہ کرتا ہی تو اسکو چاہیئے کہ بقدر اصل وصول کر کے باقی چھوڑ دے **فی التفسیر المظہری** عن سالم بن ابی الجعد قال جاء رجل الی ابن عباس فقال انی اقرضت رجلا بیع السمک عشرین درھما فاھدی الی سمکۃ قومتہا ثلثۃ عشر درھما فقال خذ منہ سبعۃ دراھم رواہ ابن **الجوزی فرع** بعض لوگ اپنا حصہ بنک میں دوسرے کے ہاتھ کم و زیادہ کے عوض فروخت کر ڈالتے ہیں یہ بہی جائز نہیں کہ اموال ربویہ میں وقت اتحاد قدر و جنس کے تفاضل و نسیہ ہر دو اور وقت اختلاف احدہما کے نسیہ حرام ہے پس اگر برابر معاوضہ ہی ہوتا تب بہی بوجہ حاضر نہونے احد البدلین کے یہ بیع حرام ہی چہ جائیکہ تفاضل و نسیہ دونوں موجود ہوں اور اشرفی کے عوض اگر بیع ہو تب بہی بوجہ نسیہ کے ناجائز ہی فی الھدایہ الربوا محرم فی کل مکیل و موزون اذا بیع بجنسہ متفاضلا وان تفاضلا لم یجز لتحقق الربوا

---

[۱] الا للمحتاج حاجۃ شدیدۃ یعتبر الشرع تلک الحاجۃ لا ما فیہ اسراف و تنعم و جاہ فقی الاشباہ والنظائر آخر القاعدۃ الخامسۃ من الفن الاول ہکذا فی القنیۃ والبغیۃ یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح اھ و فی الحموی نحو ذلک ۱۲ منہ

واذا عدم الوصفان الجنس والمعنی المضموم الیہ حل التفاضل والنساء اھ فرع لتسلم مخلصا عن
هذه البلیة وان ابراء للغیر اگر کسی سے اُسقدر روپیہ کہ داخل بنک کیا ہو بشرط وصول نہ ہونے (القدر ۱۲) (بیع الی اجل ۱۲)
کسی قدر کے ورنہ بقدر باقی قرض لیکر اُسکو سب کی رضا سے کارکنان بنک پر حوالہ کردے تو جائز ہے
اسی طرح اگر حوالہ کے بعد لے تب بھی درست ہے فی الہدایہ وھی جائزة بالدیون وتصح الحوالة
برضاء المحیل والمحتال علیہ اھ یہ تحقیق اس مسئلہ کی بقدر امکان بطرز تقلید وروایت ہے جسکو
تحقیق وروایت مطلوب ہونا چاہیئے کہ مکتوب حضرت افضل المحققین واکمل المدققین مولانا
محمد قاسم رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ سابغۃ کیطرف (جو اس باب میں رسالہ قاسم العلوم
میں موجود ہے) رجوع کرے وفی ماذکرنا کفایۃ لاهل العقول المتوسطۃ ان شاء اللہ تعالیٰ واللہ
ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق هذا آخر ما اردنا ایرادہ من الجواب اللہم تقبلہ واجعلہ
ذریعۃ للسداد والصواب یا کریم یا وہاب انک عزیز غفور تواب وکان تسویدہ فی یوم
الجمعۃ ثالث صفر ۱۳۰۵ھ والفراغ من تبییضہ یوم الخمیس فی خامس وعشرین من
رمضان المبارک ۱۳۰۵ھ فی بلدۃ الکانفور حفظہا اللہ تعالیٰ عن الفتن والشرور

بشارات منامیہ

بعد فراغ اس تالیف کے ایک[1] شب میں نے خواب دیکھا کہ ایک چھوٹا سا مجمع موجود ہے اور لوگ کھانے میں مشغول ہیں میں بھی شریک ہوا طعام نہایت لذیذ تھا اور لوگوں میں تذکرہ تھا کہ یہ کھانا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصہ طعام جنت سے ہے آہ غالباً اس رویا کو قصہ مراہنہ سے مناسبت ہے شاید یہ معنی ہوں کہ حضرت صدیق رضؓ مستحق ایسے طعام طیب کے ہیں نہ خراج مراہنہ کے اسی لئے حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اونٹ محتاجوں کو دیدئے تھے کیونکہ ہر مال مشتبہ کا حکم یہی ہے کہ خود استعمال میں نہ لاوے ایسے لوگوں کو جو مخمصہ کی حالت میں ہوں دیدیوے۔

رویا[2] دوم دوسری شب بحث حدیث مراہنہ مذکورہ کی دیکھی جسکی تفصیل یاد نہیں رہی۔

رویا[3] سوم تیسری شب ایک صاحب علم کو دیکھا کہ اُنہوں نے ایک کتاب بصورت درمختار مع الشامی کے کھولکر کتاب النکاح نکالکر ایک عبارت پڑھی جس کا حاصل یہ تھا کہ جو شخص فلاں

[1] پھر اُس احتمال کا بعینہ وہ حکم ہوگا جو مسیل کا تھا ۱۲ منہ [2] بخوف تطویل اُسکے مضامین درج نہیں کئے ۱۲ منہ۔

امر کو حرام کہے وہ ربوا کو دار الحرب میں کیسے حلال کہہ سکتا ہے میں نے جواب دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ استدلال مفہومی ہے حالانکہ اُسی کتاب میں لاربوا بین المسلم والحربی مصرح ہے اور تصریح ضمنی پر مقدم ہوتی ہے وہ شخص ساکت ہو گئے اسی حالت میں اُسی کتاب میں ایک مقام پر یہ عبارت نوشتہ دیکھی الاحوط مذہب الشافعی جس سے مجھکو اُسوقت اطمینان ہو گیا اھ

رؤیا چہارم چوتھی شب خواب دیکھا کہ کوئی شخص اِس مضمون کا ایک استفتا لایا ہے جسکے جواب لکھنے کا میں ارادہ کرتا ہوں پھر کسی وجہ سے اُس نے مجھسے واپس لے لیا اور میں خیال کرتا ہوں کہ پھر میرے پاس واپس آویگا اور مجھکو کئی روز سے رسالہ قاسم العلوم کی جستجو تھی مگر ملتا نہ تھا اُسی خواب میں دیکھا کہ کسی نے مجھکو کسی شخص کا نام لیکر پتہ بتلایا کہ وہ لیگیا ہے میں اُس سے لینے کا ارادہ کرتا ہوں جس کے صبح کو وہ کتاب مجھکو مل گئی۔

رؤیا پنجم پانچویں شب کو دیکھا کہ میں مکہ معظمہ میں ایک سال مقیم ہوں اور کچھ خیال چلنے کا کرتا ہوں اھ غالباً اشارہ اولویت ہجرت کیطرف یا اشتراط احرار کیطرف ہوگا فقط بحمد اللہ ان خوابوں سے اس تحریر کی تائید ہوتی ہے والحمد للہ علی ذلک وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ولست ھنالک وحکیت ھذہ البشارات تحدثاً بنعمۃ اللہ تعالیٰ لا افتخاراً وای فخر لمن اولہ نطفۃ مذرۃ وآخرہ جیفۃ قذرۃ وھو بین ذلک یحمل العذرۃ۔

تکملہ در شدت امر ربوا

فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو لوگ کھاتے ہیں سود نہ اٹھینگے قیامت کو مگر جسطرح اٹھتا ہے جسکے حواس کھوئے جن نے لپٹ کر یہ اسواسطے کہ انہوں نے کہا سودا کرنا بھی تو ویسا ہی ہے جیسا سود لینا اور اللہ نے حلال کیا سودا اور حرام کیا سود پھر جسکو پہونچی نصیحت اپنے رب کی اور باز آیا تو اُسکا ہے جو آگے ہو چکا اور اُسکا حکم اللہ کے اختیار اور جو کوئی پھر کرے وہی ہیں دوزخ کے لوگ اُسی میں رہ پڑے مٹاتا ہے اللہ سود اور بڑھاتا ہے خیرات اور اللہ نہیں چاہتا کسی ناشکر گنہگار کو جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قایم رکھی نماز اور دی زکوٰۃ اُنکو ہے بدلا اُنکا اپنے رب کے پاس اور نہ اُنپر ڈر ہے نہ وہ غم کھاوینگے۔ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہگیا سود اگر تمکو یقین ہے پھر اگر نہیں کرتے تو خبردار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے

لہ اگر حربیوں کو سود حلال ہوتا تو اس قول پر اُن کے تشنیع کیوں فرماتے پھر مسلم کو بدرجہ اولی حرام ہوگا ۱۲ منہ

اور اُسکے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمکو پہونچتے ہیں اصل مال تمہارے نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ کوئی تم پر اور
اگر ایک شخص ہی تنگی والا تو فرصت دینی چاہیئے جبتک کشایش پاوے اور اگر خیرات کرو تو تمہارا بھلا ہی،
اگر تمکو کچھ سمجھ ہو اور ڈرتے رہو اُس دن سے جسمیں اُلٹے جاوگے اللہ کے پاس پھر پورا ملیگا ہر شخص کو جو اُسنے
کمایا اور اُن پر ظلم نہ ہوگا انتہی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں لیگئے مجھکو جبرئیلؑ بہت لوگوں کے پاس کہ اُن کے
شکم مانند کوٹھری کے تھے اور آل فرعون کی راہ میں پڑے ہوئے ہیں جب یہ لوگ جہنم پر پیش
ہونیکے لئے صبح شام آتے ہیں وہ لوگ اُنکی آہٹ سنتے ہیں تو کھڑے ہوکر بھاگنا چاہتے ہیں مگر پیٹ
کے بوجھ سے گر پڑتے ہیں پھر اُٹھتے ہیں پھر گر پڑتے ہیں غرض وہاں سے ہٹ نہیں سکتے یہانتک
کہ آل فرعون اُنکے پاس آپہونچتے ہیں اسی طرح آتے جاتے اُنکو پامال کرتے ہیں یہی عذاب ہے
اُنکا برزخ میں درمیان دنیا و آخرت کے میں نے پوچھا اے جبرئیلؑ یہ کون لوگ ہیں اُنھوں نے
کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے ہیں نہ اُٹھینگے مگر جیسا اُٹھتا ہو وہ شخص جسکو شیطان نے لپٹ کر
بدحواس کردیا ہو رواہ البغوی اور حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے میں شب معراج میں ایک جماعت پر گذرا کہ اُن کے پیٹ کوٹھری کے برابر ہیں اُنمیں
سانپ بھرے ہیں کہ وہ پیٹ کے باہر سے نظر آتے ہیں میں نے اُنکا حال پوچھا اُنھوں نے کہا یہ
لوگ سود کھانے والے ہیں (رواہ احمد و ابن ماجۃ جابرؓ سے روایت ہی کہ لعنت فرمائی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور لکھنے والے پر اور
گواہوں پر اور فرمایا یہ سب برابر ہیں رواہ مسلم اور عبد اللہ بن حنظلہ (جنکو فرشتوں
نے بعد موت غسل دیا تھا) روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درم
ربوا کا کہ کھائے اُسکو مرد اور حال یہ کہ وہ جانتا ہو سخت تر ہی چھتیس ۳۶ زنا سے رواہ احمد والدارقطنی
اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے اسقدر اور زائد کیا ہی کہ جسکا گوشت حرام مال سے بڑھا ہو جہنم اُسکے
لائق ہی اور ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ سود کے ستر گناہ ہیں ادنیٰ گناہ ایسا ہے کہ وہ شخص اپنی ماں سے صحبت کرے رواہ ابن ماجہ
والبیہقی اور اسکے سوا کثرت سے وعیدیں وارد ہیں بطور انموذج کے اسیقدر پر قناعت کیگئی

الجواب بنک کا روپیہ ضمار میں داخل نہیں کیونکہ ضمار وہ مال ہو کہ اُس سے منتفع نہ ہو سکے اور بنک کے روپیہ سے برابر انتفاع حاصل ہو کہ قسط معین لیتا ہو پس زکوٰۃ[ا] تمام دینا چاہیئے جیسا دین قوی کا حال ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ثالثہ دار الحرب[۲] وہ ہو کہ حاکم متصرف اُسکا کافر ہو جیسا تمام کفار کے ملک میں ہوتا ہو اور بعض ممالک میں اسیواسطے خلاف ہو رہا ہو کہ بعد دار الاسلام ہونیکے مغلوب کفار کا ہوا ہو پس صاحبین کا اور امام صاحب کا آہمیں اتفاق ہو کہ دار الاسلام جب مغلوب کفار کا ہوجاویگا دار الحرب ہوجاویگا مگر خلاف اس میں ہو کہ مغلوب ہونیکو کس قدر قبضہ کفار کافی ہے صاحبین رض نے فرمایا کہ کفار اپنا حکم علی الاشتہار جاری کردیویں کوئی خدشہ انکو اور کوئی بند کرنیوالا نرہے تو مغلوب ہوگیا اور قیاس بہی اسکو ہی چاہتا ہو کہ غلبہ اسکا ہی نام ہو کہ اپنا حکم جاری کردیویں تو کوئی مانع نہ رہے مگر امام صاحب نے دو قید زائد کی ہیں احتیاطاً کہ غلبہ تمام ہونا اُنپر موقوف جانا ایک یہ کہ امن وقت اسلام کا باقی نرہے بلکہ کفار اپنا عہد وامن جدید جاری کردیویں پہلے استیمان اسلام کا کوئی اثر نرہے تو یہ امر بہی بعض ممالک میں بوجہ اتم موجود ہو لوکہ عہد و ذمہ اسلام کہاں ہو کوئی انکا اثر و نشان کہیں ہو بلکہ کفار کا ہر روز عہد ہونا اور اپنا قاعدہ جاری کرنا آفتاب کے مانند ہو رہا ہو، دوسرے یہ کہ اتصال اُسکو دار الاسلام سے نرہے کیونکہ اگر باوجود اجرا احکام اور امن جدید کے اتصال باقی رہیگا تو مسلمان حاکم کو فی الجملہ لینیکی قوت اور سہولیت رہیگی۔ کہ ایک ہی حملہ میں کفار کو دفع کرکے قابض ہوجاویگا البتہ اگر وہ قریہ اسلام سے جدا ہوگیا اس طرح کہ درمیان اس مغلوب موضع کے اور دار الاسلام کے کوئی دار کفر کا موضع حائل ہوگیا ہو تو اب اسکا چھوڑانا دشوار ہو اب غلبہ تمام ہو گیا دار کفر بن گیا پس اتصال وانفصال اقلیم واحد کی صورت میں ہو تعجب کرتا ہوں۔ فقہائے وقت بہی کہ اس شرط پر کس طرح غلطی کرتے ہیں پورا مطلب نہیں سمجھتے کہ کیا ہو۔ بہر حال حسب رائے امام صاحب کے بہی وہ ملک مغلوب بوجہ اتم ہوکر دار کفر ہوگیا اور صاحبین کے مذہب پر تو کوئی امر ہی باقی نہیں رہا یہ کہ بعد دار حرب ہونے کے مسلمانوں کو اپنے احکام جاری کرنے پر جو حکام دار وگیر نہیں کرتے وہ

ا؎ اسی طرح منافع میں بہی زکوٰۃ ہو گو وہ بعض صورتوں میں طیب نہو کیونکہ خلط سے وہ مملوک ہوجاتا ہو اور مدار وجوب زکوٰۃ کا ملک پر ہو البتہ غیر طیب کا پھر بہی استعمال جائز نہیں بلکہ مضطرین ومحتاجین پر تصدق واجب ہو ۱۲۔
۲؎ یہ وہ تحریر ہے جسکا وعدہ نقل آخر مبحث دار الاسلام قریب ختم رسالہ کے حاشیہ میں ہے ۱۲۔

دوسرا امر ہے تنوع عبارات فقہاء دیکھکر اور اصل مطلب کو نہ سمجھکر شبہہ ہوتا ہی اور بعد فہم مطلب اہل مذہب
کے امر واضح ہو واللہ تعالیٰ اعلم سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید نے عمرو کو سو روپیہ قرض دیا اور کسیقدر ماہواری سود مقرر کیا عمرو نے چند روز تک سود ادا کیا جسکی
مقدار اصل سے کم یا برابر ہی بعد اُسکے عمرو اصل روپیہ ادا کرنے لگا زید کو سود لینے سے جو گناہ ہوا وہ تو ظاہر ہی
مگر دریافت طلب امر یہ ہی کہ سود لینے سے اصل دین تو ساقط نہیں ہوا یا ہوگیا اگر ساقط نہیں ہوا تو اس
روایت کے کیا معنی ہیں عن سالم بن ابی الجعد قال جاء رجل الی ابن عباس فقال انی اقرضت
رجلا یبیع السمک عشرین درھما فاھدی الی السمکۃ قومتہا ثلثۃ عشر درھما فقال خذ منہ سبعۃ
دراھم رواہ ابن الجوزی کذا فی التفسیر المظہری اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سود مسقط
اصل دین ہی حالانکہ یہ ربوا صریح نہ تھا فالصریح اولیٰ اور اگر ساقط ہوگیا تو اس آیت کے کیا معنی
ہیں وان تبتم فلکم رؤس اموالکم الآیۃ فائے تعقیب کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بعد توبہ کے پورا
راس المال باقی رہتا ہے حیث لم یقل فلکم بعض رؤس اموالکم الا ما اخذتما ونحوہ یا
حکم تعارض وترجیح کا جاری ہوگا یا حکم ابن عباس کا تورعاً وتقویً تھا اور حکماً وفتویً نہ تھا یا بنا اسکی یہ
تھا کہ جب تیرہ درہم لینے سود ہیں تو اُسکا رد واجب ہوا پس لیکر رد کرنے سے یہی بہتر کہ مقاصہ ہو جاوے
اگر یہ بنا تھی تو زید کے مرنے کے بعد اگر قرض وصول ہو تو اُس کے وارث پر تو رد واجب نہیں
لانہ لم یاخذ تو اُس کے حق میں بھی یہ محسوب کرنا واجب ہوگا یا نہیں کیونکہ اگر سود لینے سے زید
کو اس مقدار کا مقروض کہا جاوے تب تو ترکہ بعد ادائے دین کے ہوتا ہے یہ مقاصہ وارث
پر بھی ہوگا اور اگر زید مقروض نہ کہا جاوے بلکہ یہ رد واسطے کفارہ اُس کی معصیت کی ہو تو وارث
پر واجب نہ ہونا چاہئے سوال اگر ایک شخص نے ایک تاجر کو ہزار روپیہ دیا اور مقرر کیا کہ دس
روپیہ ماہوار ہمکو منافع دیا کر تو یہ معاملہ آیا قرض ہی اور یہ دس روپیہ سود یا مضاربت فاسدہ
ہی اور یہ دس روپیہ اپنا اگر یہ قرض ہی تو یہ نفع اسکو حلال نہ ہوگا اور نہ اصل مال میں خسران
اُس پر مضمون ہوگا اور اگر مضاربت فاسدہ ہی تو وہ عقد اجارہ ہوگا اور کل منافع اُسکا حق ہوگا
اور مضارب کو اجر مثل دینا پڑیگا اس صورت میں اگر وہ اجر مثل نہ مانگے اور کل روپیہ واپس
کردے اور اُس روپیہ پر جو بڑھا اُس پر قناعت کرے آیا رب المال کو اس امر کو تسلیم کرلینا جائز ہی یا نہیں

سوال (۳) اگر کسی شخص کا روپیہ بنک میں پھنس گیا اور وہ سود سے کارہ ہی دوسرے شخص نے کہا اپنا روپیہ ہمارے نام کرا دو اور اسکا عوض ہم سے نقد لیلو یہ معاوضہ تو چونکہ دست بدست نہیں ہی جائز نہوگا لیکن بطور حوالہ کے اگر ایسا کیا جاوے تو جائز ہی یا نہیں اور اس روپیہ سے کچھ بطور نفع بنک سے اسکو وصول بھی ہو چکا ہی مگر وہ دوسرا شخص پورا روپیہ دینے کو راضی ہی یہ لینا جائز ہی یا نہیں بینوا توجروا (الجواب) (۱) عمرو نے جو کچھ زید کو بحساب سود دیا ہی وہ اصل دین میں محسوب ہوگا کہ جنس دین سے ہی اور تقرر سود وصل کا آہیں معتبر نہیں ہوگا بسبب نقد ہونے کے تا وصول جملہ مقدار قرض کے اصل قرض میں مقرر کیا جاوے گا جیسا کہ روایت مظہری سے مفہوم ہوتا ہے اور آیت وان تبتم الخ کے یہ معنی ہیں کہ اب جو تمکو حکم حرمت ربوا کا سنایا گیا اب تمکو ربوا لینا حرام ہوگیا اگر تم باز آئے اس فعل سے تو اپنا اصل روپیہ بیلو جو دین تھا کہ وہ راس المال تمہارا حلال ہی اور جو قبل بلوغ حکم تحریم کا لیچکے ہو چونکہ اسوقت حکم حرمت نہوا تھا حسب قرارداد رضا باہمی تمہارا وہ عقد مباح تھا سو جو کچھ سابق قبل حکم تحریم کیلئے لیا ہی وہ سود میں ہی لیا گیا ہی اور مباح لیا گیا اور تعیین اسکی بعد ربوا منہ نہیں کہ مخالفت حکم کی آہیں نہیں ہوئی مگر آئندہ کو ہرگز مت لو قال تعالیٰ فمن جاءہ موعظة من ربہ فانتہی فلہ ما سلف الآیہ اور باوجود بلوغ حکم کے لینا حرام ہوگا قال ومن عاد الخ پس درمیان قول ابن عباس کے اور آیت کے نہ معارضہ ہی کہ ترجیح قوت سے دی جاوے نہ فرق تقوی و فتوی کا کیا جاوے نہ مقاصہ کی تکلیف کی جاوے پس اب بعد بلوغ حکم کے خواہ مورث نے وصول کیا یا وارث نے اگرچہ بنام نہاد سود لیا دیا تھا مگر شرع نے اسکو اصل دین مقرر کیا کہ ایسی اصلاح فعل مسلم کی ہوسکتی ہی واللہ تعالیٰ اعلم الجواب (۲) جو شخص تاجر کو ہزار روپیہ دیتا ہی قرض کی وجہ سے تو وہ قرض ہی ہوگا کہ دونوں کی نیت قرض دینے لینے کی ہی اور منافع اسکا ظاہر ہی کہ ربوا ہوگا اور جو تاجر کو اپنی غرض کیواسطے روپیہ دیکر یہ عقد کرے کہ اس روپیہ سے تجارت کرو اور اسکے نفع سے ہمکو دس روپیہ ماہ مثلاً دیا کرو یہ مضاربت فاسدہ ہی اور قرض میں مستقرض اپنے ملک میں تصرف کرتا ہی اور اسکی ہی ضمان میں ہوتا ہی اور مضاربت میں مضارب امین و وکیل ہوتا ہی اور تصرف رب المال کے ملک میں کرتا ہی پس دونوکا فرق بین ہی جسطرح دیا گیا ہی وہ ہی ثمرہ حکم ہوگا اور در صورت فساد عقد مضاربت میں اجر مثل نہ لینا دینا اور منافع پر قناعت کرنا اور تسلیم رب المال کا مباح نہ ہوگا کہ عقد فاسد کا فسخ و رفع کا حکم

نہیں کیا گیا بلکہ وہ بحال خود رکھا ہے رضا کو ہمیں دخل نہیں کہ فساد بحق شرع و حکم شارع علیہ السلام کی ہے لہذا ہرگز استرداد نکرے ورنہ حرمت و معصیت باقی رہیگی واللہ اعلم الجواب (۳) ایسی حالت میں بطور حوالہ وصول روپیہ کا دوسرے سے درست ہے مگر جو لے چکا اُسکو خارج کرکے باقی پر حوالہ درست ہوگا کیونکہ اول معلوم کرچکا ہے کہ جو کچھ وصول بوجہ ربوا ہے وہ عین مال سے آیا ہے پس حوالہ بقدر دین باقی پر مثل اسکے لیکر تو درست اور کم زیادہ ربوا ہوویگا واللہ اعلم۔

سوال اگر کسی سے روپیہ لیکر اُس روپیہ پر حوالہ کر دے جو بنک میں داخل ہے درست ہے یا نہیں۔

الجواب حوالہ اپنے حق پر کرنا درست ہے اور چونکہ حسب قانون رد کرکے دینا حق طالب اہل حق کا انکے یہاں درست نہیں تو وہ بحکم غاصب ہوجاوینگے اگر حوالہ میں محتال لہ کو حق ملجاتا تو مضائقہ نہ تھا کہ محیل نے اپنے حق پر حوالہ کیا مگر فریقین جانتے ہیں کہ محتال علیہ حق نہ دیویگا بلکہ عقد فاسد بحال خود رہیگا اور وہی نفع عقد فاسد کا جو ربوا ہے ملتا رہیگا لہذا یہ حوالہ دین نہیں بلکہ تحویل عقد کی ہے کہ اپنے عقد فاسد کو دوسرے پر نقل کرتا ہے بعوض پس اس صورت میں یہ درست نہیں اور حرمت و کراہت سے خالی نہوگا جس کے نزدیک ہندوستان میں ربوا درست نہیں یہ حوالہ بھی درست نہیں واللہ اعلم۔

اکثر لوگ عورتوں کو فوراً مسلمان کرکے فوراً نکاح کر لیتے ہیں اور شوہر کا قرار اسلام پیش نہیں کرتے۔ یہ نکاح تو نہ ہوگا اور پیش کرنے پر بھی انکار کرے سو تفریق میں قاضی کی ضرورت ہے وہ یہاں ہے نہیں البتہ اگر دارالحرب ہو تو تین حیض گذرنے سے بینونہ ہوجاویگی۔ دارالحرب کی کیا تعریف ہے فقہا کی عبارات سے تو اُسکا دارالاسلام ہونا معلوم ہوتا ہے اور جناب مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالحرب ہونے کو ترجیح دی ہے مگر اُسکی وجہ معلوم ہونا چاہیے عورت کو مسلمان کرنیکے ساتھ ہی نکاح کرنا درست نہیں اگر ذات زوج ہے جیسا آپنے لکھا ہے درست ہوگا۔ کذا فی کتب الفقہ

فتوی مجیبی مولوی محمد رشید صاحب مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی پرامیسری نوٹ کے منافع کا لینا گورنمنٹ سے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب فی الهدایہ ولا بین المسلم والحربی فی دار الحرب خلافا لابی یوسف رح والشافعی رح لهما الاعتبار بالمستامن منهم فی دارنا ولنا قوله علیه السلام لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب ولان مالهم مباح فی دارهم فبای طریق اخذه المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیه غدر الی اخرہ۔ اس عبارت کی تعلیل سے صاف ظاہر ہے کہ جو مال حربی سے برضا بلا غدر حاصل کیا جائے وہ طرفین کے پاس مباح ہے اگرچہ عقود فاسدہ یا باطلہ سے حاصل ہوا ور مال کے مباح ہونے سے عقد کا مباح ہونا ضرور نہیں مثلاً کسی کے ذمہ قرض آتا ہے اور وہ قرض کا منکر ہے اور بینہ موجود نہیں اسلئے اُسنے قرضدار کے ہاتھ ایک حر کو غلام ظاہر کر کے بیع کر ڈالا اور قیمت وصول کر لی تو اگرچہ یہ مال حلال ہے لیکن عقد باطل ہے اس سے ظاہر ہے کہ حلت مال اور ہے اور حلت عقد اور۔ پس تعلیل ہدایہ سے حلت مال ظاہر ہوئی نہ حلت عقد ربوا اور چونکہ احادیث صحیحہ میں بکثرت خود عقد کی ممانعت آئی ہے یہانتک کہ دینے والے پر اور کاتب پر اور شاہد پر لعنت کی ہے حالانکہ ان لوگوں کو کچھ مال حاصل نہیں ہوتا تو اس سے ممانعت عقد صاف ظاہر ہے۔

پس احادیث اور روایت فقہ جمع کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اگرچہ یہ مال امام صاحب کے پاس مباح ہوگا اور اسمیں تصرف ہر طرح کا جائز ہوگا لیکن معاملہ ربوا کیوجہ سے گنہگار رہیگا اور مستحق لعنت تو حاصل یہ ہوا کہ مسلمان سے یا ذمی سے ربوا لینے میں دو گناہ ہیں ایک معاملہ ربوا کا اور دوسرے مال کا حرام اور خبیث ہونا۔ اور حربی سے معاملہ کرنے میں ایک گناہ ہوگا یعنی معاملہ ربوا کا اور شدید وعید نفس معاملہ ربوا کے متعلق وارد ہیں اسکے دیکھتے ہوئے کوئی مسلمان اُسپر جرات نہیں کر سکتا یہ تمام گفتگو اسوقت ہے کہ جب ہندوستان کو دار الحرب تسلیم کیا جاوے۔ اور امام صاحب نے جو دار الحرب کی تعریف کی ہے اُسکا ہندوستان پر صادق آنا محل نظر ہے کیونکہ امام صاحب کے پاس دار الحرب ہونے کی یہ شرط ہے کہ کوئی حکم مسلمانوں کا باقی نہ رہے اور یہاں بہت سے احکام مسلمانوں کے جاری ہیں هذا۔ واللہ تعالیٰ اعلم واحکم۔

زبرہ الاحقر محمد رشید عفی عنہ
مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور

الجواب هو الموافق للصواب
محمد عبد اللہ مرحوم مدرس سوم
مدرسہ جامع العلوم کانپور

اورئینٹ پریس
چارم دربار مارکیٹ لاہور